"الرفع والتكميل في الجرح والتعديل"

مجھے اس کتاب کی تالیف پر اس لیے آمادہ کیا کہ میں نے اپنے زمانے کے بہت سے علماء اور اہل فضل کو دیکھا کہ وہ اندھی راہوں پر سوار ہو گئے ہیں اور بے راہ روی کا شکار ہیں، جیسے کوئی اندھیری رات میں بھٹک رہا ہو۔ وہ جرح و تعدیل (راویوں کی تنقید اور توثیق) کے معاملے میں زخمیوں کی طرح بحث کرتے ہیں، گویا صحرا میں حبارا (بے آب و گیاہ زمین) کے پرندے یا نشے میں دھت لوگ ہوں۔ یہ سب اُن کے جرح و تعدیل کے مسائل سے ناواقفیت اور "الرفع والتکمیل" (اعلیٰ درجے کی تنقید و توثیق) کے مقامات تک نہ پہنچنے کی وجہ سے ہے۔ کتنے ہی فاضل لوگوں نے صحیح اسناد کو مجروح کیا ہے، اور کتنے ہی نام نہ "کامل" لوگوں نے کمزور اسناد کو صحیح قرار دیا ہے! وہ کمزور کو مضبوط اور مضبوط کو کمزور ٹھہراتے ہیں، اور سیدھے راستے کی طرف ہدایت نہیں پاتے۔

وہ سمجھتے ہیں کہ جرح و تعدیل کے اقوال کو نقد الرجال کی کتابوں جیسے *"تهذيب الكمال للحافظ المزي"*، *"ميزان الاعتدال للذهبي"*، *"تهذيب التهذيب"*، *"تقريب التهذيب"*، *"المغني"*، *"كامل ابن عدي"*، *"لسان الميزان"* وغیرہ سے نقل کرنا ایک معمولی کام ہے، حالانکہ اُنہوں نے اس باب میں کوئی کسر نہیں چھوڑی (حالانکہ وہ ائمہ جرح و تعدیل کی اصطلاحات سے ناواقف ہیں، مبہم جرح اور غیر مبہم جرح میں فرق نہیں جانتے، اور نہ ہی یہ سمجھتے ہیں کہ شرع کے علماء کے ہاں کون سی جرح مقبول ہے اور کون سی نہیں)۔ اُن کی عقل ائمہ امت کے مراتب تک پہنچنے سے قاصر ہے۔

کیا اُنہیں معلوم نہیں کہ اس مشکل میدان میں داخل ہونا، جہاں کامل لوگوں کے قدم بھی پھسل جاتے ہیں، ایک بہت بڑا کام ہے؟ یہ ہر نیک انسان کے بس کی بات نہیں، خصوصاً گمراہی کے وادیوں میں بھٹکنے والوں کے لیے! کیا اُنہیں احساس نہیں کہ ہر مقام کی اپنی بات ہوتی ہے، ہر فن کے اپنے ماہر ہوتے ہیں؟ کسی صحیح راوی کو مجروح کرنا یا کسی مجروح کو صحیح قرار دینا ایک خطرناک کام ہے جو ہر کسی کے بس کا نہیں۔

اس لیے میں نے اس باب میں ایک جامع اور مختصر رسالہ لکھنے کا ارادہ کیا، جو متقدمین کے فوائد اور متأخرین کی نادر باتوں پر مشتمل ہو۔ اس میں جرح و تعدیل سے متعلق مسائل اور ائمہ جرح و تعدیل کے اصول بیان کیے گئے ہیں، تاکہ یہ کتاب مفید ہو اور پاکیزہ راستہ دکھائے۔

تو لیجیے یہ کتاب جو ہر پیاسے کو سیراب کرے، ہر بیمار کو شفا دے، آپ کو سیدھے راستے کی رہنمائی کرے، ہر آگ سے بچائے، آپ کو وہ سکھائے جو آپ نہیں جانتے، اور وہ سمجھائے جو آپ نہیں سمجھتے۔ اس کے خزانے پڑھنے کے بعد آپ کہیں گے: "یہ ایک زبردست سمندر ہے، پہلے والوں نے بعد والوں کے لیے کیا کچھ چھوڑا ہے!"

میں ہر فائدہ اٹھانے والے سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ میرے لیے حسن خاتمہ اور دنیا و آخرت کی بھلائی کی دعا کرے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ اس کتاب کو میری دیگر تصانیف کے ساتھ قبول فرمائے، اسے اپنی رضا کے لیے خالص کر دے، کیونکہ وہ بڑے فضل والا ہے۔ اور وہ میرے قلموں کو غلطی اور گمراہی سے، میرے قدموں کو بھول اور لغزش سے بچائے، اور مجھے "مجدد الأغلاط" (غلطیوں کو نئی شکل دینے والا) یا "محدد الأشطاط" (حدوں کو پار کرنے والا) کے خطاب سے محفوظ رکھے۔ آمین، یا رب العالمین!

مقدمہ

راویوں کے جرح و تعدیل کے حکم، نیز ان کے اقوال و افعال میں تحقیق و تفتیش کی ضرورت، بلا ضرورت جرح کی مذمت، ناجائز اور جائز جرح کی حدود، اور ان تمام امور کو متعدد ایقاظات (تنبیہات) میں بیان کیا جائے گا، جو مدلل نکات پر مشتمل ہوں گے۔

ایقاظ

جو غیبت نہیں ہے :۱

امام نووی نے *ریاض الصالحین* میں، امام غزالی نے *احیاء علوم الدین* میں، اور دیگر علماء نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے کہ کسی زندہ یا مردہ شخص کی غیبت شرعی مقصد کے لیے جائز ہے، بشرطیکہ اس کے بغیر مقصد حاصل نہ ہو سکے۔ یہ چھ صورتوں میں جائز ہے:

1. **تظلم کرنا:** مظلوم شخص کو حاکم، قاضی، یا کسی صاحب اختیار کے سامنے ظالم کا ذکر کرنے کی اجازت ہے۔ مثلاً کہے: "فلاں شخص نے مجھ پر یہ ظلم کیا۔"
2. **منکر کو بدلنے کی کوشش:** کسی سے مدد مانگتے ہوئے گناہگار کو راہِ راست پر لانے کے لیے اس کے فعل کا تذکرہ۔ مثلاً کہے: "فلاں شخص یہ برا کام کرتا ہے، اسے روکیں۔"
3. **فتویٰ طلب کرنا:** مفتی سے کہے: "میرے والد نے مجھ پر یہ ظلم کیا، اس سے نجات کا کیا طریقہ ہے؟"
4. **مسلمانوں کو شر سے خبردار کرنا:** یہ نصیحت کے زمرے میں آتا ہے۔ جیسے کسی سے شادی، شراکت، یا لین دین سے پہلے مشورہ لینا۔ اسی طرح قاضی کے سامنے گواہوں یا حدیث کے راویوں کے عیوب بیان کرنا بھی جائز بلکہ ضروری ہے اگر مقصد خیر ہو۔ نیز اگر کوئی فقیہ کسی بدعتی یا فاسق سے علم حاصل کرے تو اس کے نقصان سے بچانے کے لیے اس کی حالت بیان کی جا سکتی ہے، بشرطیکہ مقصد صرف نصیحت ہو نہ کہ تنقید یا تحقیر۔
5. **کھلم کھلا فسق کرنے والا:** جو شخص علانیہ گناہ یا بدعت کرتا ہو، اس کے اعلانیہ عیبوں کا تذکرہ جائز ہے۔
6. **پہچان کے لیے:** اگر کوئی شخص کسی عیب (جیسے کانا، لنگڑا، بہرا) کے ساتھ مشہور ہو تو اسے اس وصف سے پکارا جا سکتا ہے۔

یہ چھ وجوہات ہیں، جبکہ ان کے مشابہ دیگر حالات بھی ان میں شامل ہیں۔ تفصیلات حدیث اور فقہ کی کتب میں موجود ہیں۔

"إيقاظ - ٢ - في حدود الجرح الجائز"

چونکہ جرح (راویوں پر تنقید) ایک مشکل امر ہے — کیونکہ اس میں اللہ کا حق بھی شامل ہے اور انسان کا حق بھی — اور یہ آخرت کے نقصان کے علاوہ دنیا میں بھی نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے، جیسے لوگوں کے درمیان دشمنی اور کدورت پیدا ہونا۔ اس لیے شرعی ضرورت کے تحت ہی جرح کی اجازت دی گئی ہے۔ علماء نے حکم لگایا ہے کہ ضرورت سے زیادہ جرح جائز نہیں، اور نہ ہی صرف جرح کے اقوال کو نقل کرنا کافی ہے اگر کسی راوی پر جرح اور تعدیل دونوں پائی جاتی ہوں۔ اسی طرح جن راویوں کو جرح کی ضرورت نہ ہو، ان پر جرح کرنا منع ہے، خاص طور پر ان علماء پر جو حدیث کی روایت میں شامل نہیں ہیں، بغیر شرعی ضرورت کے۔

ہم یہاں اپنی بات کی تائید میں علماء کے چند اقوال پیش کرتے ہیں:

امام سخاوی نے *"فتح المغيث"* میں فرمایا:
"اگر ایک جرح کافی ہو تو دو چیزوں سے جرح کرنا جائز نہیں۔"
امام ذہبی نے *"میزان الاعتدال"* میں لکھا:
"متأخرین (بعد کے دور) کے جن راویوں پر جرح ہوئی ہے، میں نے اس کتاب میں صرف انہیں شامل کیا ہے جن کی کمزوری واضح ہو چکی ہے، کیونکہ ہمارے زمانے کا دارومدار راویوں پر نہیں بلکہ محدثین اور مفیدین (فائدہ پہنچانے والوں) پر ہے جو اپنی عدالت اور ضبط میں معروف ہیں۔ یہ بات معلوم ہے کہ راوی کی عزت اور پردہ پوشی ضروری ہے۔ متقدمین اور متأخرین کے درمیان فیصلہ کن حد تین سو ہجری کا سال ہے۔"

امام سیوطی نے اپنی رسالہ *"الدوران الفلكي على ابن الكركي"* میں **سخاوی** پر تنقید کرتے ہوئے لکھا:
"تیسرا اعتراض یہ ہے کہ انہوں نے ایک تاریخ (تذکرہ) لکھی جس میں مسلمانوں کی غیبت سے صفحات بھرے ہوئے ہیں اور علماء دین پر ایسے الزامات لگائے ہیں جو زیادہ تر جھوٹ اور بے بنیاد ہیں۔ میں نے *"المقامة الكاوية"* لکھی جس میں لوگوں کے عزتوں کی حفاظت کی اور ان کے تاریخ کے بنیادی دعووں کو گرایا۔"
انہوں نے مزید *"الكاوي في تاريخ السخاوي"* میں لکھا:
"مقصد یہ ہے کہ ان کی غلطیوں کو واضح کیا جائے جو انہوں نے لوگوں پر تہمت لگاتے ہوئے کی ہیں۔ کتاب و سنت میں مسلمانوں کی تحقیر اور غیبت — خواہ سچ ہی کیوں نہ ہو — کی سخت مذمت کی گئی ہے، خصوصاً جب جھوٹ اور قسمیں شامل ہوں۔"

(سوال): اگر کوئی کہے کہ راویوں کے جرح اور فاسقوں کے ذکر کے بغیر چارہ نہیں، تو **جواب** یہ ہے:
1. بہت سے مجروح راویوں کی کوئی روایت ہی نہیں، لہٰذا شرعاً ان کے جرح کو چھوڑ دینا چاہیے۔
2. جرح کی اجازت صرف ابتدائی دور میں تھی جب حدیثیں سینوں سے لی جاتی تھیں، نہ کہ کتابوں سے۔ اس لیے احادیث کی حفاظت کے لیے جرح ضروری تھی۔ لیکن اب تمام احادیث مدون کتابوں میں موجود ہیں۔

اب صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ سند میں شامل راوی کے ضبط اور سماع کی تصدیق معتبر خطوط سے کی جائے۔ اگر کسی راوی کے بارے میں کچھ کہنا ضروری ہو تو صرف یہ کہہ دینا کافی ہے: *"غیر مصون"* یا *"مستور"* (ناقابل اعتماد)۔ جبکہ **امام بلقینی، قایاتی، قلقشندی، مناوی** جیسے ائمہ کے بارے میں جرح کی کوئی گنجائش نہیں — شاعروں کے ہجووں کو کیسے سنجیدہ لیا جا سکتا ہے؟

سخاوی** نے *"فتح المغیث"* میں لکھا**:
"ابن دقیق العید نے ابن سماعانی پر اعتراض کیا کہ انہوں نے بلا ضرورت بعض شعراء پر جرح کی۔ ابن مرابط کہتے ہیں:
"*'احادیث مدون ہو چکی ہیں، چار سو ہجری کے بعد جرح کی کوئی افادیت نہیں رہی۔'*"

ذہبی** نے *"میزان الاعتدال"* میں **أبان بن یزید العطار** کی ترجمہ میں لکھا**:
"ابن جوزی نے اپنی کتاب *"الضعفاء"* میں انہیں شامل کیا لیکن ان کی توثیق کرنے والوں کے اقوال نظر انداز کر دیے — یہ ان کی کتاب کی خامی ہے کہ وہ صرف جرح نقل کرتے ہیں اور توثیق کو چھوڑ دیتے ہیں۔"

میرا تبصرہ: شاید ہمارے دور کے "افاضل" نے یہ نصوص سنی ہی نہیں! ان کی عادت ہے کہ جب کسی روایت کی کمزوری بیان کرتے ہیں تو صرف جرح کے اقوال نقل کرتے ہیں، تعدیل کو چھپاتے ہیں، جس سے عوام یہ سمجھتے ہیں کہ راوی بالکل غیر معتبر ہے۔ حالانکہ ان پر لازم ہے کہ دونوں پہلوؤں کو بیان کریں پھر ترجیح دیں۔ یہ ایک ممنوع اور خطرناک روش ہے۔

ان کی ایک اور بری عادت یہ ہے کہ جب فضلاء کے تذکرے لکھتے ہیں تو ان کے عیب اور قباحتیں بیان کرتے ہیں، چاہے وہ شخص کتنے ہی مناقب کا مالک کیوں نہ ہو۔ یہ عوام کے ذہنوں کو خراب کرتا ہے۔

نیز، جب کسی فاضل سے مناظرہ کرتے ہیں تو ذات پر حملے کرتے ہیں، ان کے اعمال کو تلاش کرتے ہیں، اور جھوٹ کو سچ کے ساتھ ملا کر طعن کرتے ہیں — محض اپنے مخالف کو خاموش کرنے کے لیے! میں نے اپنی کتاب *"تذکرۃ الراشد"* میں ان بدعات کی مذمت واضح دلائل کے ساتھ کی ہے۔

"إیقاظ - ٣ - في شرط الجارح والمعدل"

جرح (تنقید) اور تعدیل (توثیق) کرنے والے کے لیے ضروری شرائط یہ ہیں: **علم، تقویٰ، ورع، سچائی، تعصب سے پاک ہونا**، اور جرح و تعدیل کے اسباب کی پہچان۔ جو شخص ان شرائط پر پورا نہ اترے، اس کی جرح یا تعدیل قبول نہیں۔

امام تاج السبکی** فرماتے ہیں**:
"جو شخص جرح و تعدیل کے اسباب سے واقف نہ ہو، اس کی جرح یا تعدیل کسی صورت میں قبول نہیں۔"
بدر بن جماعہ** کہتے ہیں**:
"جو اسبابِ جرح و تعدیل سے ناواقف ہو، اس کا جرح یا تعدیل کہنا —خواہ مطلق ہو یا مقید— مردود ہے۔"
حافظ ابن حجر** *"شرح نخبۃ الفکر"* میں لکھتے ہیں**:
"اگر جرح کسی غیر عالم (جاننے والے) کی طرف سے ہو تو اسے معتبر نہیں سمجھا جائے گا۔ تعدیل صرف اسی سے قبول ہوگی جو اس کے اسباب جانتا ہو، جبکہ جرح صرف **عادل اور بیدار مغز** شخص ہی کی قبول کی جائے گی۔"

امام ذہبی** نے *"تذکرۃ الحفاظ"* میں **ابو بکر صدیقؓ** کے ترجمے میں لکھا**:
"محدث پر لازم ہے کہ وہ روایت کرتے وقت پرہیزگاری سے کام لے اور اہلِ علم و ورع سے مدد طلب کرے۔ جرح و تعدیل کا فن سیکھنے کے لیے طلب، تحقیق، مباحثے، اور علماء کی صحبت ضروری ہے۔ ساتھ ہی تقویٰ، انصاف، اور مضبوط دین کی ضرورت ہے۔ اگر تم میں یہ صلاحیتیں نہیں، تو قلم اٹھانے سے پہلے سوچ لو! اگر نفس پرستی یا مذہبی تعصب غالب ہے، تو اللہ کے لیے یہ کام مت کرو۔ اگر تم جانتے ہو کہ تم غلطیاں کرتے ہو اور حدود اللہ کو نظرانداز کرتے ہو، تو ہمیں تم سے چین سے رہنے دو!"

فواتح الرحموت"** (جو *"مسلم الثبوت"* کی شرح ہے) میں لکھا ہے"**:
"مزکی (توثیق کرنے والے) کے لیے ضروری ہے کہ وہ عادل ہو، جرح و تعدیل کے اسباب جانتا ہو، اور منصفانہ مزاج رکھتا ہو۔ متعصب یا خود پسند شخص کی رائے کا کوئی وزن نہیں۔ مثال کے طور پر **دارقطنی** نے امام ابوحنیفہؒ پر ناحق

جرح کی کہ *'وہ حدیث میں کمزور ہیں'*۔ یہ کتنا بڑا الزام ہے؟! حالانکہ امام صاحب تقویٰ، کرامات، اور علم کے سمندر تھے۔ ان پر یہ جرح کیسے لگائی جا سکتی ہے؟"

:تنقید کرنے والوں کے دلائل اور ان کا رد
"اعتراض:** "امام ابوحنیفہؒ فقہ میں مصروف رہے، اس لیے حدیث میں کمزور ہیں۔** .1
!رد:** یہ کیسا اعتراض ہے؟ فقیہ ہونے کی وجہ سے تو ان کا حدیث لینا زیادہ معتبر ہونا چاہیے**
"اعتراض:** "انہوں نے بڑے محدثین سے نہیں سیکھا، صرف حماد سے روایات لیں۔** .2
رد:** حماد خود علم کے خزانے تھے۔ مزید یہ کہ امام صاحب نے امام باقرؒ اور اعمش جیسے ائمہ سے بھی روایات لی** ہیں۔
"اعتراض:** "وہ قیاس اور رائے کے قائل تھے۔** .3
رد:** امام صاحب نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو اولیت دی، صحابہ کے اقوال کو ترک نہیں کیا، اور قیاس صرف** اُس وقت استعمال کیا جب نص موجود نہ تھی۔

:تعصب کی واضح مثال
امام شافعیؒ (جنہوں نے صحابہ کے اقوال پر بھی قیاس کو ترجیح دی) کو تو قبول کیا جاتا ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ پر ناحق تنقید کی جاتی ہے۔ یہ صرف **حسد اور تعصب** کی وجہ سے ہے۔

:خطیب بغدادی اور ابن جوزی پر تنقید
:خطیب بغدادی نے اپنی کتابوں میں امام ابوحنیفہؒ اور دیگر ائمہ پر تعصب کا مظاہرہ کیا۔ ان کے بارے میں لکھا گیا
خطیب کی تحریروں سے متاثر مت ہوں، کیونکہ وہ ابوحنیفہؒ، امام احمدؒ اور دیگر علماء کے خلاف متعصب تھے۔ ان کی"* *"تنقیدیں بے بنیاد ہیں۔
ابن جوزی نے بھی اسی روش کو اپنایا، جس پر ان کے پوتے نے بھی تعجب کا اظہار کیا۔

:خلاصہ
اگر جرح کرنے والا کسی تعصب، حسد، یا ذاتی عناد کی بنا پر کسی پر تنقید کرے، تو اس کی جرح **قابلِ قبول نہیں**۔ خصوصاً جب وہ متعدد اکابر پر یکطرفہ تنقید کرتا ہو، تو اس کی باتوں سے احتیاط ضروری ہے۔ اس موضوع پر *"المرصد الرابع"* میں مزید تفصیل آئے گی۔

"المرصد الأول: جو جرح و تعدیل قبول کیا جائے اور جو نہ کیا جائے، نیز مبہم اور واضح جرح و تعدیل کی تفصیل

جان لیں کہ تعدیل (توثیق) اور جرح (تنقید) دونوں یا تو **واضح** (مُفَسَّر) ہو سکتے ہیں یا **مبہم**۔ واضح جرح و تعدیل وہ ہے جس میں سبب بیان کیا گیا ہو، جبکہ مبہم میں سبب نہ بتایا جائے۔ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ واضح جرح و تعدیل :اپنی شرائط کے ساتھ قبول کیے جاتے ہیں، لیکن **مبہم جرح و تعدیل** کے بارے میں اختلاف ہے

:(پہلا قول (مشہور رائے
تعدیل مبہم** (بغیر سبب کے توثیق) قبول ہے، کیونکہ توثیق کے اسباب بہت ہیں اور ان کا ذکر مشکل ہے۔** -
جرح مبہم** (بغیر سبب کے تنقید) قبول نہیں، کیونکہ جرح ایک سبب سے ہو سکتی ہے، اس لیے سبب بیان کرنا آسان** - ہے۔ نیز لوگ جرح کے اسباب میں اختلاف رکھتے ہیں — کوئی ایک چیز ایک عالم کے نزدیک قابلِ اعتراض ہو سکتی ہے جبکہ دوسرے کے لیے نہ ہو۔

:مثالیں
شعبہ بن حجاج** نے ایک راوی کو گدھے پر سوار دیکھ کر اس کی روایات ترک کر دیں، حالانکہ یہ جرح کا درست** - سبب نہیں۔
جریر بن عبدالحمید** نے سماک بن حرب کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا تو ان کی روایات چھوڑ دیں — یہ بھی** - معتبر سبب نہیں۔
بعض محدثین **امام ابوحنیفہؒ** پر صرف "رائے کے پیروکار" ہونے کا الزام لگا کر ان کی روایات رد کر دیتے تھے، جو - ایک مبہم اور ناجائز جرح تھی۔

دوسرا قول:
- **تعدیل** کے لیے سبب بیان ضروری ہے (کیونکہ توثیق میں تصنع ہو سکتا ہے)، جبکہ **جرح مبہم** قبول ہے۔

تیسرا قول:
- جرح اور تعدیل دونوں کے لیے سبب بیان ضروری ہے۔

چوتھا قول:
- اگر جرح یا تعدیل کرنے والا ماہر ہو تو سبب بیان کی ضرورت نہیں۔

علماء کی آراء:
- **ابن الصلاح**، **نووی**، اور **خطیب بغدادی** پہلے قول (جرح مبہم قبول نہیں) کو ترجیح دیتے ہیں۔
- **قاضی ابوبکر الباقلانی** اور بعض اصولیین چوتھے قول کے حامی ہیں۔
- **حنفیہ** اور بیشتر محدثین (بخاری، مسلم، اربعہ سنن) کا مسلک یہی ہے کہ جرح مبہم معتبر نہیں۔

اہم نکات:
1. **جرح مبہم** عام طور پر مسترد کی جاتی ہے، خاص طور پر اگر جرح کرنے والا متعصب ہو۔
2. اگر کوئی راوی **صرف مبہم جرح** کا شکار ہو اور اس کی کوئی توثیق موجود نہ ہو، تو بعض علماء (جیسے **ابن حجر**) اسے "مجھول" (نامعلوم) قرار دیتے ہوئے اس کی روایات قبول نہیں کرتے۔
3. **تعدیل مبہم** کو عام طور پر قبول کیا جاتا ہے، کیونکہ توثیق کے متعدد اسباب ہو سکتے ہیں۔

عملی تطبیق:
- اگر کوئی محدث کسی راوی کے بارے میں صرف "ضعیف" یا "غیر ثقہ" کہے تو یہ **مبہم جرح** ہے اور اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔
- **امام بخاری** اور **امام مسلم** نے کئی ایسے راویوں سے احادیث لی ہیں جن پر دیگر محدثین نے مبہم جرح کی تھی، لیکن انہوں نے واضح سبب کی عدم موجودگی میں ان کی روایات کو قبول کیا۔

اختتامیہ:
آج کل بعض لوگ بغیر تحقیق کے صرف مبہم جرح کی بنیاد پر احادیث کو کمزور ٹھہرا دیتے ہیں، جو صحیح مسلک کے خلاف ہے۔ ہمیں چاہیے کہ جرح و تعدیل کے اصولوں کو سمجھیں اور واضح شواہد کے بغیر کسی راوی یا حدیث پر فیصلہ نہ کریں۔
المرصد الثانی

جرح کو تعدیل پر مقدم کرنے اور جرح و تعدیل کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے دیگر مفید مسائل کے بارے میں

مسئلہ

عراقی (۱) اور دیگر شراحِ الفیہ نے ذکر کیا ہے کہ وہ اس بارے میں مختلف الرائے ہیں کہ کیا شہادت اور روایت کے باب میں ایک شخص کے تعدیل یا جرح کو کافی سمجھا جا سکتا ہے؟ اس میں چند اقوال ہیں:

1. **پہلا قول:** تزکیہ (کسی کو عادل قرار دینا) صرف دو آدمیوں کی گواہی سے ہی معتبر ہوگی، خواہ شہادت میں ہو یا روایت میں۔ (۲) یہ قول قاضی ابوبکر باقلانی نے مدینہ کے فقہاء اور دیگر اہل علم سے نقل کیا ہے۔

2. **دوسرا قول:** شہادت اور روایت دونوں میں ایک شخص کی گواہی کافی ہوگی۔ یہ قاضی ابوبکر کا اختیار کردہ نظریہ ہے، کیونکہ تزکیہ خبر کے درجے میں آتا ہے۔

3. **تیسرا قول:** شہادت اور روایت میں فرق کیا جائے گا۔ روایت میں ایک شخص کی گواہی کافی ہوگی، مگر شہادت میں نہیں۔ اس قول کو امام فخر الدین، سیف الآمدی (۳) اور ابو عمرو بن الحاجب (۱) نے راجح قرار دیا ہے۔

ابن الصلاح (١) فرماتے ہیں کہ صحیح قول، جسے خطیب (٣) اور دیگر محدثین نے اختیار کیا، وہ یہ ہے کہ روایت میں ایک راوی کی گواہی معتبر ہے، کیونکہ خبر کی قبولیت میں عدد (تعداد) کی شرط نہیں ہے، لہٰذا راوی کے جرح و تعدیل میں بھی شرط نہیں ہوگی، برخلاف شہادت کے۔

مسئلہ

ہر عادل شخص کی تزکیہ (تعریف) اور جرح (نقد) قبول کی جائے گی، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام۔ اس کی صراحت عراقی نے اپنی شرحِ الفیہ میں کی ہے۔ (٤)

مسئلہ

اگر کسی راوی کے بارے میں جرح اور تعدیل میں تعارض (اختلاف) ہو، یعنی بعض محدثین اس پر جرح کریں اور بعض اس کی تعدیل کریں، تو اس بارے میں تین اقوال ہیں:

1. **پہلا قول:** جرح کو مطلقاً (بغیر کسی قید کے) تعدیل پر مقدم کیا جائے گا، خواہ معدّلین (تعدیل کرنے والے) کی تعداد زیادہ ہو۔ یہ قول خطیب (١) نے جمہور علماء سے نقل کیا ہے اور اسے ابن الصلاح (٢)، امام فخر الدین رازی، آمدی (٣) اور دیگر اصولیوں نے صحیح قرار دیا ہے، کیونکہ جارح (جرح کرنے والا) ایسی بات بیان کر رہا ہوتا ہے جو معدّل (تعریف کرنے والا) کی نظر سے پوشیدہ ہوتی ہے۔

2. **دوسرا قول:** اگر تعدیل کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہو تو تعدیل کو ترجیح دی جائے گی۔ یہ قول خطیب نے "الکفایہ" (١) اور صاحبِ المحصول سے نقل کیا ہے، کیونکہ زیادہ تعدیل کرنے والوں کی کثرت ان کے قول کو مضبوط کرتی ہے، جبکہ جارحین کی قلت ان کے قول کو کمزور کرتی ہے۔ مگر خطیب نے اس قول کو غلط قرار دیا ہے، کیونکہ معدّلین صرف راوی کے عدمِ جرح (یعنی اس پر کوئی عیب نہ ہونے) کی خبر دیتے ہیں، جو کہ ایک منفی گواہی ہے اور ایسی گواہی شرعاً ناقابل قبول ہوتی ہے۔

3. **تیسرا قول:** جرح اور تعدیل میں تعارض ہونے کی صورت میں کسی ایک کو بغیر کسی مرجح (ترجیح دینے والی دلیل) کے فوقیت نہیں دی جائے گی۔ یہ قول ابن الحاجب (٢) نے نقل کیا ہے اور اسے عراقی نے اپنی شرح الفیہ (٣) اور سیوطی نے "التدریب" (٤) میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

وضاحت

بہت سے علماء اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے کہ جرح ہمیشہ تعدیل پر مقدم ہوگی، خواہ وہ کسی بھی جارح کی ہو، کسی بھی راوی کے بارے میں ہو، اور کسی بھی درجے کی ہو۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ جرح کو مقدم کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ **مفسر** (واضح اور بیان شدہ سبب کے ساتھ) ہو۔

جرحِ مبہم (جس میں وجہ نہ بتائی گئی ہو) مطلقاً ناقابل قبول ہے، لہٰذا ایسی جرح تعدیل کے خلاف حجت نہیں بن سکتی، چاہے تعدیل بھی مبہم ہو۔ اصولیین اس مسئلے کو جرح و تعدیل کے تعارض کے مسئلے کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں جرحِ مفسر مراد ہے، کیونکہ ناقابل قبول جرح کا قابل قبول تعدیل کے ساتھ کوئی تعارض نہیں ہو سکتا۔

اس کی تائید ان اقوال سے ہوتی ہے:

- **سیوطی** "تدریب الراوی" میں لکھتے ہیں: اگر کسی راوی میں جرح مفسر اور تعدیل پائی جائے، تو جرح مقدم ہوگی، خواہ تعدیل کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہو۔

- **حافظ ابن حجر** "نخبة الفکر" اور اس کی شرح "نزھة النظر" میں فرماتے ہیں: "جرح تعدیل پر مقدم ہے، مگر اس میں تفصیل ہے: اگر جرح کسی ایسے شخص کی طرف سے ہے جو اس کے اسباب سے واقف ہے اور وہ جرح واضح ہے، تو یہ معتبر ہوگی۔ لیکن اگر جرح غیر مفسر ہو، تو وہ اس شخص کے حق میں قابل قبول نہیں ہوگی جس کی عدالت ثابت ہو چکی ہو۔"

- **السندی** "شرح نخبة الفکر" میں لکھتے ہیں: "اکثر محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ تعدیل بغیر کسی وجہ کے قابل قبول ہے، لیکن جرح بغیر کسی واضح سبب کے ناقابل قبول ہے۔"

- **السخاوی** "شرح الفیہ" میں کہتے ہیں: "جرح کو تعدیل پر مقدم کرنے کے حکم کو اس وقت تک مقید سمجھنا چاہیے جب تک کہ جرح مفسر نہ ہو، اور اگر جرح غیر مفسر ہو تو تعدیل مقدم ہوگی، جیسا کہ المزی اور دیگر محدثین نے کہا ہے۔"

- **امام نووی** "شرح صحیح مسلم" میں بیان کرتے ہیں کہ امام مسلم پر اعتراض کیا گیا کہ انہوں نے بعض ضعیف راویوں سے روایت لی، مگر اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا کیونکہ بعض اوقات راوی کسی کے نزدیک ضعیف ہوتا ہے مگر کسی دوسرے کے نزدیک ثقہ ہوتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ "جرح ہمیشہ تعدیل پر مقدم نہیں ہوگی، بلکہ یہ اس وقت مقدم ہوگی جب جرح ثابت اور مفسر ہو۔"

- **حافظ ابن حجر** "لسان المیزان" کے مقدمے میں فرماتے ہیں: "اگر کسی راوی کے بارے میں جرح و تعدیل میں اختلاف ہو تو اس میں تفصیل کی ضرورت ہے، اگر جرح مفسر ہو تو اسے قبول کیا جائے گا، ورنہ تعدیل کو ترجیح دی جائے گی۔"

نتیجہ

تمام معتبر محدثین اور اصولیوں کے اقوال سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ:

1. اگر کسی راوی کے بارے میں **جرح اور تعدیل دونوں مبہم** ہوں تو تعدیل مقدم ہوگی۔
2. اگر **جرح مبہم ہو اور تعدیل مفسر** ہو تو تعدیل مقدم ہوگی۔
3. اگر **جرح مفسر ہو** تو وہ تعدیل پر مقدم ہوگی، خواہ تعدیل مفسر ہو یا مبہم۔

فائدہ

بعض اوقات **جرح مفسر پر بھی تعدیل کو مقدم** کیا جا سکتا ہے، اگر کوئی خاص وجہ موجود ہو، جیسا کہ "المرصد الرابع" میں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

اسی لیے امام ابو حنیفہ، ان کے شیخ حماد بن ابی سلیمان، اور ان کے شاگردوں (محمد، ابو یوسف) پر بعض لوگوں کی جرح قبول نہیں کی گئی، کیونکہ وہ ان پر **ارجاء** (ایک فقہی مسئلہ) کا الزام لگاتے تھے۔

نیز، **امام نسائی** کی امام ابو حنیفہ پر کی گئی جرح کو قبول نہیں کیا گیا، کیونکہ وہ رجال کی جرح میں سخت رویہ رکھتے تھے۔

اسی طرح، **خطیب بغدادی** کی جرح بھی رد کر دی گئی، کیونکہ حافظ ابن حجر نے "الخیرات الحسان" میں امام ابن عبد البر سے نقل کیا کہ: "جو لوگ امام ابو حنیفہ کو ثقہ قرار دیتے ہیں، وہ ان کے ناقدین سے زیادہ تعداد میں ہیں۔"

یہ تمام تفصیلات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جرح اور تعدیل کے معاملے میں **ہمیشہ تحقیق اور تفصیل ضروری ہے**۔

المرصد الثالث: جرح اور تعدیل کے الفاظ، ان کی مراتب اور درجات

جرح اور تعدیل کے الفاظ اور ان کی درجات
امام ذہبی نے "میزان الاعتدال" کے دیباچے میں فرمایا:
"جن راویوں کے بارے میں کہا جائے کہ 'اس کا مقام صدق ہے'، 'اس میں کوئی حرج نہیں'، یا 'اس کی حدیث لکھی جا سکتی ہے'، یا 'یہ ایک شیخ ہے' — میں ان کا ذکر نہیں کرتا، کیونکہ یہ الفاظ مطلق کمزوری کی نشاندہی نہیں کرتے۔"

تعدیل (توثیق) کے سب سے بلند الفاظ:

1. **ثابت حجت**، **ثابت حافظ**، **ثقہ متقن**
2. **ثقہ**
3. **صدوق**، **لا بأس بہ** (اس میں کوئی حرج نہیں)
4. **محلہ الصدق** (اس کا مقام صدق ہے)، **جید الحدیث** (اچھی حدیثیں بیان کرتا ہے)، **صالح الحدیث** (حدیث کے لیے مناسب)، **شیخ وسط** (متوسط درجے کا شیخ)

جرح (تنقید) کے سب سے سخت الفاظ:
1. **دجال**، **کذاب** (جھوٹا)، **وضاع** (حدیثیں گھڑتا ہے)
2. **متفق علی ترکہ** (سب نے اسے ترک کر دیا)، **متروك** (چھوڑ دیا گیا)، **ذہاب الحدیث** (اس کی حدیثیں ضائع ہیں)
3. **وہی بمرة** (انتہائی کمزور)، **لیس بشيء** (کوئی حیثیت نہیں)، **ضعیف جداً** (بہت کمزور)
4. **یضعف** (کمزور ہے)، **فیہ مقال** (اس پر اعتراض ہے)، **سیء الحفظ** (حافظہ خراب)

امام عراقی کی "شرح الفیہ" کے مطابق تعدیل کی مراتب:
1. **ثقہ حجت**، **ثقہ متقن** جیسے الفاظ (سب سے بلند درجہ)
2. **ثقہ**، **ثبت** (پختہ)
3. **صدوق**، **لا بأس بہ**
4. **محلہ الصدق**، **شیخ وسط**، **صالح الحدیث**

جرح کی مراتب (امام ابن ابی حاتم کے مطابق):
1. **کذاب**، **وضاع** (سب سے شدید جرح)
2. **متروک**، **ساقط** (رد کردہ)
3. **ضعیف جداً**، **لیس بشيء**
4. **فیہ ضعف**، **لیس بالقوي** (کمزور ہے)

امام سخاوی اور سندی کی تفصیل:
- **تعدیل کی چھ مراتب:**
1. **أوثق الناس** (سب سے معتبر)
2. **لا یسأل عنہ** (اس کے بارے میں سوال نہیں کیا جاتا)
3. **ثقہ ثقہ** (بار بار توثیق)
4. **ثقہ**، **حافظ**
5. **لا بأس بہ**
6. **شیخ وسط**، **یکتب حدیثہ** (اس کی حدیث لکھی جاسکتی ہے)

- **جرح کی چھ مراتب:**
1. **أکذب الناس** (سب سے بڑا جھوٹا)
2. **کذاب**، **وضاع**
3. **متروک**، **ساقط**
4. **ضعیف جداً**، **لیس بشيء**
5. **لا یحتج بہ** (اس سے استدلال نہیں کیا جاتا)
6. **فیہ مقال**، **لیس بالقوي**

اختتامیہ:

جرح و تعدیل کے یہ درجات محدثین کے دقیق اصولوں پر مبنی ہیں۔ ہر لفظ کے پیچھے راوی کی حیثیت کا گہرا مطالعہ کارفرما ہے۔ مثال کے طور پر "ثقہ" اور "صدوق" میں فرق ہوتا ہے، اسی طرح "متروک" اور "ضعیف" میں بھی درجاتی تفریق موجود ہے۔ ان مصطلحات کو سمجھے بغیر راویوں کے احوال کا صحیح اندازہ لگانا ممکن نہیں۔

المرصد الرابع

یہ مختلف فوائد پر مشتمل ہے، جو پچھلی بحثوں سے متعلق ہیں اور ان لوگوں کے لیے مفید ہیں جو رجال کے اسماء کی کتب سے استفادہ کرتے ہیں اور اسناد کی تحقیق میں رجال کے مراتب کا ادراک چاہتے ہیں۔ اس کتاب کی یہ ایک خاصیت ہے، پس اہلِ عقل اس سے نفع حاصل کریں۔

- تنبیہ

حدیثِ صحیح الاسناد اور حدیثِ صحیح میں فرق

ان کا قول: ''یہ حدیث صحیح الاسناد ہے'' یا ''حسن الاسناد ہے''، ''یہ حدیث صحیح ہے'' یا ''حسن ہے'' کہنے سے کمتر درجہ رکھتا ہے۔ کیونکہ بعض اوقات کہا جاتا ہے: ''یہ حدیث صحیح الاسناد ہے''، جبکہ حقیقت میں وہ حدیث صحیح نہیں ہوتی، کیونکہ وہ شاذ یا معلل ہوتی ہے۔

البتہ، اگر کسی معتبر محدث نے ''صحیح الاسناد'' کہہ کر توقف کیا اور کسی عیب کی نشاندہی نہ کی، تو ظاہراً اس کا مطلب یہی ہوگا کہ وہ حدیث بذاتِ خود صحیح ہے، کیونکہ کسی علت اور قدح کا نہ پایا جانا اصل اور ظاہر کا تقاضا ہے، جیسا کہ ابن الصلاح نے اپنی مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔ زین العراقی نے اپنی ''الفیہ'' کی شرح میں کہا ہے: ''اسی طرح اگر وہ 'حسن الاسناد' کہہ کر اس کے ضعف کا ذکر نہ کرے تو وہ بھی حسن شمار ہوگا۔''

- تنبیہ

حدیث کی صحت، حسن یا ضعف پر حکم لگانے کی حد

جب اہلِ حدیث یہ کہتے ہیں کہ ''یہ حدیث صحیح ہے'' یا ''یہ حدیث حسن ہے''، تو ان کا مقصود وہی ہوتا ہے جو ظاہرِ اسناد سے معلوم ہوتا ہے، نہ کہ یہ کہ وہ حدیث حقیقت میں یقینی طور پر صحیح ہو، کیونکہ ثقہ راوی سے بھی غلطی اور نسیان کا امکان ہوتا ہے۔

اسی طرح، جب وہ کہتے ہیں کہ ''یہ حدیث ضعیف ہے''، تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس میں صحت کی شرائط ظاہر نہیں ہوئیں، نہ کہ یہ کہ وہ حدیث حقیقت میں جھوٹی ہے، کیونکہ کاذب کا سچ بولنا اور خطا کار کا درست بات کہنا بھی ممکن ہے۔ یہی صحیح قول ہے جس پر اکثر اہلِ علم قائم ہیں، جیسا کہ عراقی نے ''شرح الالفیہ'' اور دیگر کتب میں ذکر کیا ہے۔

- تنبیہ

کسی حدیث کے غیر ثابت یا غیر صحیح ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ضعیف یا موضوع ہو

اکثر اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ ''یہ حدیث ثابت نہیں'' یا ''یہ حدیث صحیح نہیں''، جسے بعض ناواقف لوگ ''موضوع'' یا ''ضعیف'' سمجھ بیٹھتے ہیں، حالانکہ یہ ان کے اصطلاحی فرق کو نہ جاننے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

علی القاری نے ''تذکرۃ الموضوعات'' میں لکھا ہے: ''عدمِ ثبوت کا مطلب یہ نہیں کہ حدیث موضوع ہو۔'' ابن حجر نے ''نتائج الافکار'' میں امام احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ''میں وضو میں تسمیہ کے متعلق کوئی ثابت حدیث نہیں جانتا۔'' ابن حجر فرماتے ہیں: ''عدمِ علم کا مطلب عدمِ ثبوت نہیں، اور اگر کسی حدیث کے ثبوت کی نفی کی جائے تو اس سے ضعف لازم نہیں آتا، کیونکہ ممکن ہے کہ یہاں ثبوت سے مراد صرف صحت ہو، جبکہ حسن کا درجہ برقرار رہے۔''

- تنبیہ

حدیث منکر'' اور ''منکر الحدیث'' میں فرق''

''یہ حدیث منکر ہے'' اور ''یہ راوی منکر الحدیث ہے'' یا ''یہ راوی مناکیر روایت کرتا ہے''، ان عبارات میں فرق ہے۔

کسی حدیث کو ”منکر“ کہنا ضروری نہیں کہ اس کے راوی کو بھی غیر ثقہ قرار دیا جائے، کیونکہ بعض اوقات محض تفرد کی بنا پر حدیث کو منکر کہہ دیا جاتا ہے۔ اگرچہ متاخرین نے ”منکر حدیث“ کی تعریف یہ کی ہے کہ اسے ایک ضعیف راوی کسی ثقہ راوی کے خلاف روایت کرے، جبکہ اگر ثقہ راوی ہی کسی اور ثقہ کے خلاف روایت کرے تو اسے ”شاذ“ کہا جاتا ہے۔

اسی طرح، جب کہا جاتا ہے کہ ”فلاں راوی مناکیر روایت کرتا ہے“ تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ضعیف ہے۔

عراقی نے ”تخریج احادیث احیاء العلوم“ میں ذکر کیا ہے کہ بعض اوقات کسی راوی کو محض اس وجہ سے ”منکر الحدیث“ کہا جاتا ہے کہ اس سے ایک ہی روایت مروی ہو۔

- تنبیہ

ابن معین کا کسی راوی کے متعلق ”لیس بشيء“ کہنے کا مفہوم

کتبِ رجال، جیسے ”میزان الاعتدال“ میں کئی جگہ ابن معین کے حوالے سے راوی کے متعلق ”لیس بشيء“ (یہ کچھ نہیں) کہا جاتا ہے۔ لیکن اس سے دھوکہ نہ کھایا جائے، کیونکہ اس کا ہمیشہ یہ مطلب نہیں ہوتا کہ راوی ضعیف ہے۔

ابن القطان الفاسی نے ذکر کیا ہے کہ ابن معین جب کسی راوی کے متعلق ”لیس بشيء“ کہتے ہیں، تو اس سے مراد صرف یہ ہوتا ہے کہ اس کی مرویات کم ہیں، نہ کہ وہ ضعیف یا غیر ثقہ ہے۔

یہ وہ باریک اصطلاحات ہیں جن کو سمجھے بغیر رجال کی کتب اور حدیث کی صحت و ضعف پر حکم لگانا دشوار ہے۔

ایقاظ

ابن معین کے قول ”لا بأس به“ اور ”لیس به بأس“ کا مطلب

آپ ”المیزان“ اور دیگر کتابوں میں اکثر یہ پائیں گے کہ ابن معین نے کسی راوی کے بارے میں کہا: ”لا بأس به“۔ شاید آپ یہ سمجھیں کہ یہ درجہ "ثقة" سے کم ہے، جیسا کہ متأخرین کا اصول ہے، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں۔ بلکہ ابن معین کے نزدیک یہ "ثقة" کے برابر ہے۔ چنانچہ، بدر بن جماعہ اپنی کتاب میں نقل کرتے ہیں کہ ابن معین نے کہا: ”جب میں کہوں ’لا بأس به‘ تو اس کا مطلب ہے کہ وہ ثقہ ہے۔“

ابن الصلاح کی مقدمة میں مذکور ہے کہ ابن أبي خیثمة نے یحییٰ بن معین سے پوچھا: ”آپ کہتے ہیں کہ فلاں راوی ’لیس به بأس‘ اور فلاں ’ضعیف‘ ہے؟“ ابن معین نے جواب دیا: ”جب میں کہوں ’لیس به بأس‘ تو وہ ثقہ ہوتا ہے، اور جب میں کہوں ’ضعیف‘ تو وہ غیر ثقہ ہوتا ہے، اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔“

ابن حجر نے ”فتح المغیث“ میں نقل کیا کہ یہی اصطلاح امام ابو زرعہ الدمشقی اور دوسرے محدثین کے ہاں بھی مستعمل تھی۔

احمد بن حنبل کے قول "هو كذا وكذا" کا مطلب

امام ذہبی نے ”المیزان“ میں ”یونس بن أبي إسحاق عمرو السبیعي“ کے ترجمے میں نقل کیا کہ عبد اللہ بن احمد نے اپنے والد سے یونس کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے جواب دیا: ”هو كذا وكذا۔“ اس کا مطلب یہ ہے کہ راوی میں کچھ نرمی ہے، اور یہ تعبیر امام احمد کے ہاں ایسے ہی لوگوں کے لیے مستعمل تھی۔

ابن معین کے قول ''یُکتب حدیثه'' کا مطلب

امام ذہبی نے ''المیزان'' میں ذکر کیا کہ جب ابن معین کسی راوی کے بارے میں کہتے ہیں کہ ''یُکتب حدیثه'' تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ ضعیف راوی ہے، جیسا کہ ابن عدی نے ذکر کیا۔

امام ذہبی کے قول ''مجهول'' کی وضاحت

امام ذہبی نے ''المیزان'' میں لکھا کہ اگر میں کسی راوی کے بارے میں کہوں ''مجهول'' اور اس کی نسبت کسی امام کی طرف نہ کروں، تو یہ امام ابو حاتم کا قول ہوتا ہے۔ لیکن اگر میں اس کی نسبت ابن مدینی یا ابن معین کی طرف کروں، تو یہ ان کا قول ہوتا ہے۔

محدثین کے ہاں "مجهول" کے مفہوم میں فرق

اکثر محدثین جب کسی راوی کو ''مجهول'' کہتے ہیں تو ان کی مراد "جهالة العين" ہوتی ہے، یعنی اس سے صرف ایک ہی راوی روایت کر رہا ہو۔ جبکہ امام ابو حاتم جب کسی کو "مجهول" کہتے ہیں، تو اس سے مراد "جهالة الوصف" ہوتی ہے، یعنی اس کے حالات نامعلوم ہوں۔

دارقطنی کا اصول تھا کہ جب کسی راوی سے دو ثقہ راوی روایت کریں تو اس کی جہالت رفع ہو جاتی ہے۔ ابن عبد البر نے ذکر کیا کہ اگر کسی سے تین یا دو افراد روایت کریں تو وہ مجہول نہیں رہتا۔

امام ابو حاتم کے قول ''مجهول'' پر تنقید

ابو حاتم کے قول "مجهول" کو بعض محدثین نے رد کیا ہے۔ ابن حجر نے ''فتح الباري'' میں نقل کیا کہ بعض راویوں کو ابو حاتم نے "مجهول" کہا، حالانکہ ان سے کئی ثقہ راوی روایت کرتے تھے۔

امام سیوطی نے ''تدريب الراوي'' میں کئی راویوں کے متعلق ابو حاتم کے قول کو رد کیا اور ثابت کیا کہ وہ درحقیقت ثقہ تھے۔

ابن القطان کے قول ''لا يُعرف له حال'' اور ''لم تثبت عدالته'' کی وضاحت

ابن القطان اکثر راویوں کے بارے میں کہتے ہیں: ''لا يُعرف له حال'' یا ''لم تثبت عدالته''، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ راوی ضعیف یا مجہول ہے۔ امام ذہبی نے ''المیزان'' میں لکھا کہ ابن القطان ایسے ہر راوی کے بارے میں یہی تعبیر اختیار کرتے تھے، جس کے بارے میں کسی امام نے واضح الفاظ میں توثیق نہ کی ہو، حالانکہ وہ ثقہ ہو سکتا ہے۔

امام یحییٰ القطان کے کسی راوی کو "تركه" کہنے کا مطلب

بعض کتب رجال میں ملتا ہے کہ "ترکه یحیی القطان"، یعنی یحییٰ القطان نے اس سے روایت ترک کر دی۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ راوی ضعیف ہے، بلکہ امام ترمذی کے مطابق، یحییٰ القطان نے جن سے روایت ترک کی، ان پر جھوٹ کا الزام نہیں تھا، بلکہ وہ صرف حافظے کے اعتبار سے کمزور تھے۔

"محدثین کا قول "لیس مثل فلان" اور "فلان أحب إلي ###

بسا اوقات محدثین کسی راوی کے بارے میں کہتے ہیں کہ "وہ فلاں کے برابر نہیں" یا "فلاں مجھے زیادہ پسند ہے"۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ راوی ضعیف ہے۔

ابن حجر نے "تهذیب التهذیب" میں لکھا کہ امام احمد نے کہا: "ابن أبي عدي أحب إلي من أزهر۔" اس کا مطلب یہ نہیں کہ ازہر ضعیف تھا، بلکہ صرف ترجیح دینا مقصود تھا۔

ایک ہی محدث کا کسی راوی کو کبھی ضعیف اور کبھی ثقہ کہنا ###

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی امام کسی راوی کو کسی موقع پر ضعیف اور کسی دوسرے موقع پر ثقہ کہہ دیتے ہیں۔ اس کا سبب مختلف سوالات، اجتہاد میں تبدیلی یا کسی دوسرے راوی سے موازنہ ہو سکتا ہے۔

ابن حجر نے "بذل الماعون" میں ذکر کیا کہ ابو بلج کو بعض محدثین نے ضعیف کہا، لیکن بعض نے ثقہ قرار دیا۔ ممکن ہے کہ کسی نے اسے کسی بڑے راوی کے مقابلے میں ضعیف کہا ہو، جبکہ کسی اور مقام پر اسے مطلقاً ثقہ مانا ہو۔

دعا گو
حافظ عامر شفیق بن فیض احمد
دارلعلوم جامعہ الحبیب
حبیب آباد پتوکی (قصور)